اجتہاد اور مرجعیت

مترجم: سید مختار حسین جعفری☆

دینی قوانین واحکام کے حصوں کی راہ میں جانے والی تحقیق وتفتیش کو اجتہاد کہتے ہیں فقہ شیعہ کی تاریخ کے ہر دور میں روش اجتہاد علماء وفقہائے دینی کے پاس ایک مشروع ومقبول روش رہی ہے جس کے ذریعہ وہ اجتہاد کے لئے ضروری علوم سے استفادہ کرتے ہوئے احکام شرعی کا استنباط کرتے ہیں۔

ائمہ معصومین علیہم السلام کے دور میں جو لوگ ان کے ممتاز شاگرد ہوتے تھے اور اجتہاد کے لئے لازمی علوم کو حاصل کر لیتے تھے وہ ان کی طرف سے منصب افتاء پر فائز کئے جاتے تھے اور وہ لوگ ائمہ معصومینؑ کی طرف سے بیان شدہ عام قواعد کی روشنی میں موضوع کی شناخت حاصل کر لینے کے بعد عامۃ البلویٰ شرعی مسائل میں حکم صادر کرتے تھے۔

جب غیبت کا دور شروع ہوا تو ایک طرف ائمہ معصومینؑ تک رسائی ممکن نہ رہی اور دوسری طرف لوگوں کے شرعی مسائل کا جواب دینے کے سلسلے میں علمائے دین کی ذمہ داری اس بات کا موجب بنی کہ وہ اجتہاد کے لئے لازمی علوم ومعارف کو کسب کر کے خود کو استنباط واجتہاد کی راہ پر لگائیں اور شریعت کے اصلی منابع سے تازہ حوادث اور عامۃ البلویٰ موضوعات کے بارے میں خدا کے حکم کو معلوم کر کے امت اسلامی کی ذمہ داری کو معین کریں۔

غیبت کے فوراً بعد کے دور میں اجتہاد واستنباط کے اصلی منابع صرف کتاب وسنت تھے جو بعض مسائل میں دوسرے ضروری عناصر کے ساتھ مل کر فتوی دینے میں فقہاء کے لئے مددگار ثابت ہوتے تھے۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا اور غیبت کے بعد کافی عرصہ گذر گیا تو استنباط کے لئے دوسرے عناصر کی طرف توجہ ضروری ہوتی گئی۔ شروع میں یہ عناصر صرف اجماع وعقل تھے جبکہ کچھ عرصہ گذرنے کے بعد شہرت فتوائی بھی ان کے ساتھ مل کر منابع اصلی کے ہمراہ استفادہ کا محور بنتی گئی۔

ان تمام عناصر کے ساتھ زمان ومکان کی شناخت ایسے قابل اعتنا مسئلہ میں شمار ہوتی تھی کہ اکثر مجرب وکار آزمودہ فقہاء خاص کر وہ لوگ جو مرجع تقلید اور امام معصومؑ کے نائب کہلاتے تھے سختی کے ساتھ اس شناخت کے پابند رہتے تھے جن میں سے ترتیب وار درج ذیل افراد قابل ذکر ہیں۔

ابن ابی عقیل عمّانی، ابن جنید، سید مرتضٰی، شیخ طوسی، محقق، علاّمہ حلّی اور شیخ انصاریؒ وغیرہ۔ یہاں تک کہ جب نیا تمدن وجود میں آیا تو علمی مشکلات اور تبیینی احکام کے فقدان نے خاص کر اس آخری صدی میں نسل ائمہ معصومینؑ سے تعلق رکھنے والی اس عظیم شخصیت کو اس چیز پر برانگیختہ کیا کہ استنباط کی راہ میں کام آنے والے مشہور عناصر کے ساتھ دو عقدہ کشا اور اہم عناصر یعنی عنصر زمان وعنصر مکان کی طرف خود بھی توجہ کرے اور دوسرے فقہاء کی توجہ بھی ان کی طرف مبذول کرے۔

اجتہاد کے لئے لازمی عناصر کے ساتھ اس عنصر کے ساتھ اس تکمیل عناصر کے لئے ایک تھیوری اور بنیادی مسئلے کی صورت میں سامنے آجانے کی وجہ سے عمل استنباط کے مختلف ابعاد میں ایک تبدیلی رونما ہوئی اور یہ چیزیں اس بات کا باعث بنی کہ ماضی میں اجتہاد کے لئے جن علوم کی ضرورت تھی ان کے ساتھ ہی اب اجتہاد کے لئے نئے مَلکات کا وجود بھی ضروری قرار پائے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام خمینیؒ نے جو اجتہاد کی تعریف کی ہے اور اس کے لئے جو شرائط ولوازم بیان کئے ہیں ان پر ایک نگاہ ڈالتے چلیں۔ امام خمینیؒ نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے: حوزات اور علماء کو چاہئے کہ انسانی سماج کی آئندہ ضرورتوں اور ان کے تفکر کی نبض کو ہمیشہ اپنے ہاتھ میں رکھیں اور ہمیشہ حوادث کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس کے ردعمل کے لئے تیار رہیں۔ چونکہ ممکن ہے کہ مستقبل میں عوام کو ڈیلنگ کرنے کے طریقے بدل جائیں اور جوامع بشری کو اپنے مسائل ومشکالت کے حل کے لئے نئے مسائل کی ضرورت پڑے۔ لہذا بزرگ علمائے اسلام کو ابھی سے اس موضوع کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

الف: اصطلاح اور مروّجہ اجتہاد

امام خمینیؒ نے جہاں اس ضرورت پر زور دیا ہے کہ علماء وفضلائے دین تمام حوزات علمیہ میں اجتہاد پر بہترین انداز میں کاربند رہیں وہیں اس نکتہ کو بھی یاددلایا ہے کہ حوزات علمیہ میں رائج اجتہاد کافی نہیں ہے اور اس دور میں یا دوسرے ادوار میں جوامع بشری کی پیچیدہ ومتنوع ضرورتوں کو پورا نہیں کرسکتا۔ اور یہ مسئلہ حکومت، سماج اور ہر دور کے صحیح حالات کی شناخت سے اور واضح ہوجائیگا۔

اہم چیز حکومت اور سماج کی پہچان ہے کہ جس کی بنیاد پر اسلامی نظام مسلمانوں کے فائدے کے لئے پروگرام بناسکے اس لئے کہ وحدت رویہ وعمل ضروری ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ حوزات علمیہ میں جو اجتہاد رائج ہے وہ کافی نہیں ہے[۱]

اب یہ دیکھنا ہے کہ رائج الوقت اجتہاد سے مراد کون سا اجتہاد ہے؟ اور کیوں امام خمینیؒ حوزات علمیہ میں رائج اس اجتہاد کو کافی نہیں سمجھتے ؟ جیسا کہ ان سے پہلے بزرگ فقہاء مثلاً استاد الفقہاء شیخ مرتضیٰ انصاری ، آخوند محمد کاظم خراسانی ، شیخ محمد اصفہانی اور دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ اجتہاد اور اس کے شرائط یہ ہیں کہ مجتہد دینی مدارس میں بعض علمی مراحل طے کرنے اور استباط کے لئے لازمی توانائیاں حاصل کرنے کے بعد اپنے علمی وعملی سرمائے کے ذریعہ استباط حکم اور اجتہاد کی قدرت اور اس کے ملکہ کو حاصل کر لیتا ہے۔

مذکورہ علمی سرمائے یہ ہیں علوم عربی کو اس مقدار میں حاصل کرنا کہ اجتہاد کی راہ میں ان سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔تفسیر قرآن مجید سے آشنا ہونا، استنباط حکم کے قواعد اور علم اصول پر تسلّط حاصل کرنا،منطق اور قواعد استدلال کی شناخت ہونا،علم رجال ودرایت سے آگاہ ہونا اور احادیث وکلمات معصومینؑ سے بقدر لازم آگاہ ہونااور ان سے استفادہ کرنا۔ اس کے علاوہ مجتہد کے انفرادی شرائط کے سلسلے میں کچھ چیزیں بیان کی جاتی ہیں۔ جو اس طرح ہیں ، عدالت ،زہد،تقویٰ پرہیزگاری،حیات اور دنیا سے بے رغبتی۲؎

ب: لازمی اور کافی اجتہاد

امام خمینیؒ کے اصولی نظریات کی بنیاد پر ''جوان کی گرانقدر کتاب ''الرّسائل'' میں بیان ہوئے ہیں اجتہاد وفقاہت اور اس کے خاص شرائط کی ایک ایسی تصویر ابھرتی ہے جو مسئلہ زعامت وولایت فقیہ کے سلسلہ میں ان کے وسیع نقطہ نظر سے وجود میں آتی ہے۔ ان شرائط کے مالک فقیہ کا کام صرف فتویٰ دینا اور حکم بیان کرنا نہیں ہے بلکہ ایک جامع شرائط فقیہ کو ایسی حکومت قائم کرنا چاہئے جو جوامع بشری کے تمام اجتماعی وانفرادی امور کو شامل اور انسانی مشکلات کے حل کے لئے کارساز ہو۔ فقہ وفقاہت کے لئے یہی معنی بیان کئے جائیں۔ اگر فقہ کو عملی جامہ پہنا دیا جائے اور اجتہاد واقعیت کا وجود اختیار کرے اور فرد وجامعہ کی زندگی کے تمام ابعاد کو شامل ہو جائے تو اس وقت انسانوں کو راہ پر لگانے کی واقعی اور مکمل تھیوری وجود میں آجائے گی۔ عالمی استکبار اور دشمنان دین صرف اسی مسئلے اور اسی موضوع کے متحقق ہوجانے سے خائف ہیں۔

حقیقی مجتہد کی نظر میں حکومت انسانی زندگی کے تمام ابعاد میں پوری فقہ کا عملی فلسفہ ہے۔

حکومت تمام اجتماعی ، سیاسی،نظامی اور ثقافتی مشکلات میں فقہ کے عملی پہلو کو نمایاں کرتی ہے۔ فقہ فرد واجتماع کو چلانے کی خاطر گہوارہ سے گور تک ایک واقعی اور مکمل تھیوری ہے۔

اصل مقصد یہ ہے کہ ہم فقہ کے محکم اصولوں کو کس طرح فرد و جامعہ کے عمل میں رائج کرسکیں گے اور مشکلات کو حل کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ استکبار کواسی بات کا خوف ہے کہ فقہ واجتہاد عملی اور عینی صورت اختیار نہ کرلیں۔[۳]

اگر فقہ وفقاہت نے یہ معنی اختیار کرلئے اور وہ تھیوری سے نکل کر عینیّت اور عمل کے میدان میں آگئی تو اجتہاد بھی نئے معنی اختیار کرے گا۔صرف تھیوری پر مبنی اورنظری اجتہاد عینی اور عملی اجتہاد میں تبدیل ہوجائے گا۔ مجتہد وفقیہ کی شان بھی بحث ودرس وتحقیق سے بلند ہوکر زعامت ورہبری تک پہونچ جائے گی۔ وہ ایک طرف علمی وعملی سرمائے اور مقدمات فراہم کرکے اور دوسری طرف اپنے دور کے مسائل پر محیط ہوکر اور ثقافتی، اقتصادی ، سیاسی ، نظامی اور اجتماعی حالات سے آگاہ ہونے کے بعد لازمی اجتہاد تک دسترسی حاصل کرکے اس اجتہاد وفقاہت کوعینیت دینے اورعملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہوسکے گا۔

مجتہد کو اپنے دور کے مسائل سے آگاہ ہونا چاہئے۔ اس چیز کو آج کے جوان اورحتی عوام بھی قبول نہیں کرتے کہ ان کا مرجع ومجتہد یہ کہے کہ میں سیاسی مسائل میں کوئی رائے نہیں دوں گا۔ ایک مجتہد جامع کی خصوصیات ہی یہ ہیں کہ وہ دنیا پر حاکم نظام کی چالوں اور مکاریوں کا توڑ جانتا ہو۔ اور دنیا پر مسلط اقتصادی نظام ونظریات سے آگاہی رکھتے ہوئے ان سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ سیاست اور سیاستمداروں کو پہچانتا ہو اور ان دونظاموں یعنی سرمایہ داری اور کمیونزم جو حقیقت میں ساری دنیا پرحکومت کی ایک اسٹریٹجی ہے'' کے بتائے ہوئے فارمولوں سے آگاہ ہو اور ان کے نقاط قوت وضعف کے درک کی صلاحیت رکھتا ہو۔[۴]

یہی وہ لازمی وکافی اجتہاد ہے جو انسانی زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں کو شامل ہے اور جو امع بشری کی تمام دینی ودنیاوی مشکلات ومعضلات کا حل پیش کرتا ہے ایسا ہی اجتہاد حکومت وزعامت پر منتج ہوکر ہر دور اور ہر جگہ کے تمام مسائل پر محیط ہوسکتا ہے۔

اگر ہم نے اسلام وفقاہت کو ایسا پایا ہے کہ ان کے اندر جوامع بشری کو ادارہ کرنے کی توانائی موجود ہے اور وہ کسی زمان یا مکان سے مخصوص نہیں ہوئے اور ہر عصر ومصر میں چاہے وہ کیسے

ہی حالات سے روبرو ہوں جامعۂ انسانی کی رہنمائی کرسکیں گے اور اگر اسلام وفقاہت کو ہم جاوداں سمجھتے ہیں اور اس کو ایک عالمی اور ہمہ گیر دین سمجھتے ہیں اور اگر دینی احکام ووظائف تک رسائی کے لئے ہماری نظر ادلۂ شرعی سے حکم کے استنباط واجتہاد پر ہے تو ایسے اجتہاد کو وسیع وعمیق معنی پر مشتمل اور عینی وواقعی تفسیر کا حامل ہونا چاہئے۔ تاکہ اس دور کی پر آشوب دنیامیں زمام امور اپنے ہاتھ میں لے کر مومنین کو حیرت وسرگردانی سے نجات دلائے۔

اس زمانے میں سائنس اور ٹکنالوجی میں ترقی ، فاصلوں کا سمٹ جانا، روابط وتعلقات کا عمیق تر ہوجانا، فرہنگ وثقافت کا ایک دوسرے سے بدلنا اور جوامع بشری کا ایک دوسرے سے نزدیک ہوجانا ایسے اسباب ہیں جو سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں نئے مسائل کے وجود میں آنے میں دخالت رکھتے ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان وغیر مسلمان سماج کے مختلف قسم کے مسائل ومشکلات کا واضح وصریح جواب پیش کیا جائے ۔ موجودہ دور میں خاص کر جب حکومت اسلامی وجود میں آگئی ہے اور آئندہ دنیا میں اسلام کی رہبری کا مسئلہ درپیش ہے اور ہر سماج اسلام وقوانین اسلامی کی طرف متوجہ ہے۔ اجتہاد کو ایک نئی حرکت دے کر اس کے دائرے کو وسعت دینا چاہئے تاکہ وہ ہر سماج کی پیچیدہ دشوار اور گوناگوں ضرورتیں پوری کرسکے۔

امام خمینیؒ (قدس سرہٗ) کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اس دور میں بحث وگفتگو اور فقہی واجتہادی موضوعات اور مسائل صرف دینی حوزات اور مدارس تک محدود نہیں ہیں بلکہ ہر سماج میں ان کا چرچا ہے اور ہر صنف واضح اور مبین جواب کی منتظر ہے۔

کمال مسرّت وخوشحالی کا مقام ہے کہ آج فقہاء وصاحبان نظر کے نظریات اسلامی انقلاب کی مناسبت سے ریڈیو ٹیلیویژن اور اخبارات تک پہونچ گئے ہیں چونکہ ان ابحاث ومسائل کی عملا ضرورت ہے مثلاً مالکیت اور اس کے حدود کے مسئلے میں ، زمین اور اس کی انفال اور عمومی ثروتوں میں تقسیم بندی کے مسئلہ میں ، پیسے کرنسی اور بینکوں کے پیچیدہ مسائل میں، ٹیکسوں کے بارے میں داخلی وخارجی تجارت کے بارے میں ، مزارعہ، مضاربہ، اجارہ ورہن کے سلسلہ میں ،حدود و دیات اور شہری قوانین کے بارے میں ، ثقافتی مسائل اور عام معنی میں آرٹ جیسے فوٹوگرافی ، نقاشی، مجسمہ سازی، موسیقی تھیٹر، سنیما، خوش نویسی وغیرہ کے بارے میں ، ماحولیات کی نگرانی اور طبیعت کو سالم رکھنے کے بارے میں ،درختوں کو کاٹنے سے روکنے کے بارے میں ، چاہے وہ ذاتی املاک یا گھروں میں ہوں ،

مسائل خوردونوش کے سلسلہ میں ، ضروری ہونے کی صورت میں ،بچے پیدا کرنے سے روکنے یا ولادتوں کے درمیان مناسب فاصلہ رکھنے سے متعلق ،طبی مشکلات کے حل جیسے انسان یا غیرانسان کے بدن کے اعضاء کو دوسرے انسان کے بدن کے ساتھ جوڑنے کے سلسلہ میں ، زمین کے اندر اور زمین کے اوپر موجود معدنیات کے بارے میں ،موضوعات حلال وحرام میں تغیر وتبدیلی اور مختلف اماکن وادوار میں، حقوقی اور بین الاقوامی حقوق کے بعض مسائل کے احکام میں توسیع وتضییق اور ان کی احکام اسلامی پر تطبیق کے بارے میں ، اسلامی سماج میں عورت کے تعمیری کردار اور فاسد و غیراسلامی سماجوں میں اس کے تخریبی کردار کے بارے میں انفرادی واجتماعی آزادی کے حدود کے بارے میں ، کفروشرک اور ان کے تابع بلاکوں کے ساتھ راہ ورسم کے سلسلہ میں ، ہوائی وفضائی سیر اور حرکت زمین کی سمت کے برخلاف یا اس کے موافق سمت میں حرکت کے بارے میں ، یا اس کی رفتار سے زیادہ سرعت کے ساتھ حرکت کے بارے میں یا عمودی طور پر اوپر اٹھ کر جاذبہ زمین کو ناکارا بنادینے کے سلسلہ میں، اور سب سے بڑھ کر حکومت وسماج میں ولایت فقیہ کی حاکمیت کی کیفیت کے سلسلہ میں یہ سب ابحاث ان مسائل کی ایک جھلک اور اس کا ایک گوشہ ہے جن کے بارے میں فقہاء نے بحث کی ہے اور ان کے نظریات ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور اگر کچھ مسائل ماضی میں درپیش نہیں تھے یا ان کا موضوع نہیں تھا تو آج کے فقہا کو ان کے لئے کچھ نہ کچھ سوچنا چاہئے۔[۵]

اس پیراگراف میں امام خمینیؒ اس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ اجتہاد وفقہاہت کی حرکت نئے مدار پر آگئی ہے اور کسی نہ کسی صورت میں فقہ وفقاہت کو عینی وعملی طور پر متحقق ہونے کے لئے بلند ہمتی کی ضرورت ہے۔ اس صورت میں وہ اجتہاد جو امام خمینیؒ کا مطمح نظر اور جس کے بارے میں امام مرحوم نے وصیت فرمائی ہے۔ وہی کافی ولازمی اجتہاد ہے جس نے تھیوری اور نظریے کے خول سے نکل کر عینی وواقعی میدان میں قدم رکھ دیا ہے۔

ج: کافی ولازمی اجتہاد کے شرائط

جیسا کہ امام خمینیؒ کے ارشادات سے مستفاد ہوا کہ کافی ولازمی اجتہاد کے لئے اصطلاحی[۶] اجتہاد کی خصوصیتوں اور شرطوں کے علاوہ کچھ اور شرطوں کا ہونا ضروری ہے جو مجموعی طور پر یہ ہیں۔

ا۔شرائط عملی

مجتہد کے اندر علمی شرائط اور اجتہاد وافتاء کے لئے لازم توانائیوں کے علاوہ کچھ عملی خصوصیتوں اور اخلاقی وانفرادی صفتوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ استنباط واجتہاد کی راہ میں وہ لغزش اور خطا کا مرتکب نہ ہو۔

خلوص، تقویٰ اور زہدوہ شرائط ہیں جو مجتہد کے اجتہاد میں بلاواسطہ دخالت رکھتے ہیں اور روایت معصومؑ کی روشنی میں یہی وہ مجتہد وفقیہ ہے کہ جس کے اندر افتاء ومرجعیت کی صلاحیت موجود ہے۔ ۷

۲۔جامع وہمہ گیر بصیرت وبینش

ان خاص اہم شرائط میں سے کہ جن پر امام خمینیؒ نے متعدد ومقامات پر زور دیا ہے ایک شرط یہی سیاسی بینش، وسعت نظر اور مجتہد کی گہری سوچ ہے۔ مجتہد اسی وقت سند افتاء واجتہاد پر کامیاب ہوگا کہ جب وہ اس طرح کی بینش اور وسعت نظر سے بے بہرہ نہ ہو۔ مجتہد کو اپنے دور کے مسائل پر محیط ہونا چاہئے۔ ۸ دشمن کی مکاریوں کو پہلے سے سمجھ کر ان کے لئے مناسب جواب تیار رکھے۔ سماج ومعاشرہ کی ہدایت کے لئے ایک مجتہد کے اندر ہوش وفراست اور زیرکی ہونا چاہئے۔ مختصر یہ کہ مجتہد کو مدیر ومدبر ہونا چاہئے۔

ایک مجتہد کو ایک وسیع اسلامی سماج حتی غیر اسلامی سماج ومعاشرے کی ہدایت ورہنمائی کے لئے فراست، زیرکی اور ہوش سے سرشار ہونا چاہئے اور صاحب اخلاص وتقویٰ اور صاحب زہدہونے کے علاوہ کہ جو مجتہد کے شایان شان ہے۔ اسے واقعاً ومدبر ہونا چاہئے۔ ۹

اس سے بھی بڑھ کر امام خمینیؒ کے بقول: ایک مجتہد کے اجتہاد کی بنیاد ایسے طرز تفکر پر استوار ہوگی لیکن اگر کسی شخص کے اندر اجتہاد کے لئے لازمی جملہ علمی خصوصیات وشرائط موجود ہوں اور بحث وتحقیق کے لحاظ سے وہ سب سے اونچے مرتبہ تک پہونچ چکا ہو لیکن تشخص اور قوت ارادی کے اعتبار سے ضعیف ہو اور اس میں فکر کی گہرائی اور آئندہ نگری کا فقدان ہو تو ایسا شخص مجتہد نہیں ہوگا اور اس کے اندر سماج ومعاشرے کے امور کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے کی صلاحیت نہیں ہوگی۔

بلکہ ایک شخص اگر علوم حوزوی میں اعلم ہو لیکن سماج کی مصلحت کو تشخیص نہ دے سکے اور

صالح ومفید اور ناصالح وغیر مفید افراد میں تمیز نہ کر سکے۔ اور مجموعی طور پر سیاسی اور اجتماعی امور میں صحیح طرز تفکر اور تصمیم گیری کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو یہ شخص اجتماعی وحکومتی مسائل میں مجتہد نہیں اور معاشرے کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔۱۰؎

۳۔عنصر زمان ومکان

اجتہاد واستنباط حکم میں زمان ومکان کا کلیدی کردار رہا ہے اور اب بھی ہے۔ امام خمینی قدس سرہ نے اس چیز کے بارے میں دقت کر کے اس پر زور دیا ہے۔ فتویٰ دینے میں ان دو عناصر کی تاثیر ایسی چیز نہیں کہ جس سے شیعہ فقہاء نے غفلت برتی ہو یا اس پر کوئی توجہ نہ دی ہو۔ بلکہ امام خمینیؒ نے جو اس چیز پر زور دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں ان دو عناصر کی دخالت اور حکومت اسلامی کے تشکیل پانے اور نئے حالات وشرائط وجود میں آنے کے بعد احکام شرعی کے نفوذ کے مواقع فراہم ہو گئے ہیں اور اس چیز نے صاحبان نظر اور فقہائے معاصر کی توجہات کو اپنی طرف موڑ لیا ہے۔

اجتہاد کہ جس کا مطلب ادلہ میں استنباط کے ذریعہ حکم شرعی معلوم کرنے کے لئے جدوجہد اور تحقیق کرنا ہے اگر زمانی ومکانی شرائط کو مدنظر رکھے بغیر وقوع پذیر ہو تو جدید مسائل وموضوعات کے لئے کلی احکام وقواعد کے قالب میں کوئی عملی تفسیر وتبیین نہیں پیش کر سکے گا۔ زمان ومکان اجتہاد کے دو اہم اور حیاتی عنصر ہیں۔ وہ مسئلہ جس کا کسی زمانہ میں ایک حکم تھا زمانی ومکانی شرائط وحالات میں تبدیلی کی وجہ سے اس کا موضوع بدل جاتا ہے اور وہ نئے حکم کا تقاضا کرتا ہے ایسے میں اجتہاد کلیدی کردار ادا کرتا ہے اور وہ اپنی دلیلوں کی بنیاد پر جدید مشکلات کے لئے مناسب حکم دے سکتا ہے۔

اس دور کی پر آشوب دنیا میں ایک اہم ترین مسئلہ اجتہاد میں زمان ومکان کا نقش اور پالیسی اختیار کرنے کی نوعیت ہے۔۱۱؎

زمان ومکان اجتہاد کے دو کلیدی عناصر ہیں۔ ایک مسئلہ جس کا پہلے ایک حکم تھا ظاہراً وہی مسئلہ ایک نظام کے اقتصادی ، اجتماع اور سیاست پر حاکم رابطوں کی وجہ سے ممکن ہے نیا حکم پیدا کرلے یعنی اقتصادی ،اجتماعی اور سیاست پر حاکم رابطوں کی وجہ سے ممکن ہے نیا حکم پیدا کرے یعنی اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی رابطوں کی دقت کے ساتھ معرفت کی صورت میں وہی سابقہ موضوع جو بظاہر پہلے ہی موضوع کے مانند ہے لیکن حقیقت میں وہ موضوع بدل گیا ہے۔ قہری طور پر ایک نئے

حکم کا تقاضا کرے گا۔ ۱۲

ایک زمانہ میں جب کسی مجتہد یا مفتی کے ماحول اور معاشرے میں جو نئے حالات وشرائط وجود میں آتے ہیں تو ان مشکلات وموضوعات سے جو نتیجہ وہ اس وقت وہ اس وقت اخذ کرتا ہے ممکن ہے کہ اس سے پہلے کے زمانی ومکانی شرائط کے تحت جو نتیجہ اس نے اخذ کیا تھا اس سے بالکل متفاوت ہو، نتائج میں یہ اختلاف جدید متنوع احکام کا تقاضا کرے گا۔

جو مسائل آج درپیش ہیں وہ گذشتہ مسائل سے مختلف ہیں اور احکام اسلام کے سمجھنے میں مجتہد زمان ومکان کے دو عناصر اور اپنے دور کے شرائط وحالات کو سامنے رکھتے ہوئے فقہی واستدلالی منابع سے حکم خدا کو استنباط کرتا ہے۔ یہ احکام اصول میں بیان شدہ وضاحت کی روشنی میں احکام اولیٰ، ثانوی اوراحکام ظاہری وواقعی وغیرہ جیسے احکام کو شامل ہیں اور فقہی و اصولی کتابوں میں ان کے سلسلے میں بحث وتحقیق کی گئی ہے۔

مرجعیت

الف: شرائط مرجعیت

مرجع اس مجتہد فقیہ اور عادل کو کہتے ہیں جس کی علمی برتری اور اخلاقی واجتماعی خصوصیتیں اس کو دینی مسائل اور تازہ حوادث میں مومنین اور امت مسلمان کے رجوع کا مرکز ومرجع قرار دیتی ہیں۔ مرجع کا کام تازہ حوادث کا حکم بیان کرنا اور نئے ابھرنے والے سوالات کے جوابات دینا ہے۔ اس کا کام ان احکام کو بیان کرنا ہے جو چار طرح کے تعلقات کے بارے میں ہوں۔ خدا کے ساتھ تعلق، انسانوں کے ساتھ تعلق اور اپنے آپ اور طبیعت وماحول کے ساتھ تعلق کے بارے میں۔

ان سوالوں کے ابھرنے کی وجہ اجتماعی رابطوں کی تبدیلی اور نئے رابطوں کا ظہور ہے جو زمانہ کے بدلنے کے ساتھ وجود میں آتے ہیں۔

ترقی یافتہ یا ترقی پذیر ممالک میں جن کی اجتماعی کیفیت نہایت پیچیدہ ہے نئے حوادث اور موضوعات کی شناخت، دوسری تنظیموں اور اجتماعی رابطوں کے سلسلہ میں ان کی تاثیر و اثر پذیری کی شناخت پر موقوف ہے۔ ان معاشروں میں زمان ومکان اور ان پر مسلط پیچیدہ روابط کی شناخت اجتہاد کے مقومات میں سے ہے چہ جائیکہ مرجعیت!

جو شخص ان مسائل کی معرفت نہ رکھتا ہو وہ موضوعات کا صحیح تصور نہیں پیدا کرسکتا تا کہ صحیح حکم دے سکے ایسا شخص اسلامی زندگی کا نظام برقرار کرنے میں عوام کا احکام میں مرجع نہیں بن سکتا یہی وجہ ہے کہ امام راحل قدس سرہ نے فرمایا: حوزے میں رائج اجتہاد کافی نہیں ہے۔ بلکہ ایک شخص اگر علوم حوزوی میں اعلم بھی ہو لیکن سماج کی مصلحت کی تشخیص نہ رکھتا ہو۔ یا صالح ومفید افراد کو غیر صالح اور غیر مفید افراد سے الگ نہ کرسکتا ہو اور اس کے اندر اجتماعی وسیاسی طرز تفکر اور قوت ارادی کا فقدان ہو تو ایسا شخص اجتماعی اور حکومتی مسائل میں مجتہد نہیں ہوسکتا۔

دوسری بحث جس میں زیادہ تحقیق کی ضرورت ہے وہ ملاکات وشرائط ہیں جو نظام جمہوری اسلامی قیام کے بعد کسی مرجع کے انتخاب کے لئے اولویت رکھتے ہیں۔

اسلامی نظام کے وجود میں آنے کے بعد ایک شرط جس نے مرجعیت کے لئے اوّل درجے کی اہمیت اختیار کرلی ہے وہ نظام اسلامی کی حفاظت کا عہد و پیمان ہے۔

مرجع کے انتخاب کے لئے یہ شرط دو جہت سے ضروری ہے۔

۱۔ مباحث نظری کے میدان میں عدالت وتقویٰ مرجع دین کے بنیادی شرائط میں سے ہیں۔ اگر مجتہد علمائے عصر میں سب سے زیادہ اعلم ہو لیکن اس کی عدالت وتقویٰ میں کمی ہو تو وہ مرجعیت کے قابل نہیں اور اس کی طرف رجوع کرنا طاغوت کی طرف رجوع کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ ایسا شخص نہ صرف یہ کہ انسانوں کو نور تک نہیں پہونچا سکتا بلکہ ممکن ہے کہ انہیں تاریکیوں میں اسیر کردے۔

تقویٰ وعدالت کی سب سے پہلی شرط واجبات کی ادائیگی ہے اور اسلام کے اہم فرائض میں سے ایک فرض نظام اسلامی کی حفاظت ہے جو فقہاء ''رحمۃ اللہ علیہم'' کے بقول تمام فرائض میں سرِ فہرست ہے اور کوئی فریضہ بھی اس کی ادائیگی میں مانع نہیں ہوسکتا اور اس عظیم ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے کوئی بہانہ قابل قبول نہیں۔

بنابریں ہمارے دور میں حفاظتِ نظام کا پابند ہونا مرجع کے انتخاب کی بنیادی ترین شرط ہے اس لئے کہ اگر کوئی مجتہد اس کام کو اپنے امور ومعتقدات میں سرفہرست قرار نہ دے تو اس نے اہم ترین اسلامی فریضہ کو ترک کیا اور دوہرے فسق کا مرتکب ہوا ہے۔

۲۔ عملی میدان میں لوگوں کے نزدیک امین اور قابل اطمینان وہ مراجع ہیں جن سے لوگ

احکام دین معلوم کرتے ہیں۔ اگر کوئی مرجع نظام کے سلسلہ میں لاپرواہ ہوتو لوگوں کے اندر لاپروائی اور میدان سے کنارہ کشی کی عادت سرایت کرجائے گی اور وہ اسلامی نظام کے سلسلہ میں سہل نگاری سے کام لینے لگیں گے۔ امت اسلامی جب دیکھے گی کہ ان کا دینی پیشوا ملک میں رونما ہونے والے واقعات سے لاپرواہ ہے تو نہ صرف اپنے آپ کو میدان میں حاضر ہونے کا ذمہ دار نہیں سمجھیں گے بلکہ ممکن ہے کہ نظام کو بھی شک وشبہ کی نظر سے دیکھیں۔

اس تحلیل اور دوسرے دسیوں وحشت ناک نتائج کی روشنی میں کہ جن کے شمار کرنے کی گنجائش نہیں۔ آیا ایسے مجتہد کو جو اسلامی نظام کے سلسلہ میں لاپرواہ ہو اور اس کی حفاظت وبقاکے لئے سعی نہ کرتا ہو مرجع دین قرار دیا جاسکتا ہے؟ آیا ایسے لوگ عنوان ''امناء الرّسل'' کے مستحق ہوسکتے ہیں؟ آیا جو شخص نظام اسلامی کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے مقابلہ میں کہ جو ہمارے پاس خدا کی امانت ہے خاموش بیٹھا ہو اور اپنے آپ کو لئے دئے رہے اس کو دین خدا کا امین سمجھا جاسکتا ہے اور لوگوں کا مرجع وملجا بنایا جاسکتا ہے؟ چہ جائیکہ وہ افراد جنہوں نے نظام الٰہی کی مخالفت اور اسے کمزور کردینے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔

ب: مرجعیت کی ذمہ داریاں

مرجعیت نہایت ارجمند اور ذمہ داریوں سے بھرپور مقام ہے حتیٰ ماضی میں اس کی قدیم ذمہ داریوں کے احاطہ میں کچھ کمیوں کے باوجود بڑی بڑی ذمہ داریاں اس کے کاندھوں پر رہی ہیں۔ دینی مسائل کا جواب گرما گرم سیاسی اور اجتماعی مسائل میں اظہار نظر، علماء وروحانیون کو منظّم کرنا، اور غریبوں اور فقیروں کی مدد کرنا ان ذمہ داریوں کے چند نمونے ہیں۔

بلاشک ذمہ داریوں کی اہمیت، مسؤلیت کی سنگینی میں اضافہ کردیتی ہے۔ علمائے دین میں سے گنے چنے افراد کے اندر اتنی توانائی ہے جو اس میدان میں قدم رکھ کر اپنی ذمہ داری نبھاسکتے ہیں۔ امام خمینیؒ کا مقام مرجعیت کی مسؤلیت پر زور دینا، ان کے اس اعتقاد کا نتیجہ ہے جس کی بنا پر وہ مقام مرجعیت کو اس سے بلند وبالا سمجھتے ہیں کہ وہ صرف احکام طہارت ونجاست پر اکتفا کرے۔

علمائے اسلام اگرچہ بہت زحمتیں اٹھاتے ہیں لیکن ان کی مسؤلیت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ خداوند متعال نے انہیں عزت وعظمت عطا کی ہے دوسروں کو ان کے تابع بنایا ہے۔ ملت کو ان کے تابع قرار دیا ہے یہ سب چیزیں مسؤلیت آور ہیں۔

امام خمینیؒ دین وسیاست کو عین سمجھتے تھے۔ ان کو دو نہیں سمجھتے تھے بلکہ روح سیاست کو دین کے پیکر میں مجسم دیکھتے تھے اور اس عقیدہ کا اظہار امام خمینیؒ بارہا کیا کرتے تھے۔ ان کے دسیوں فکری وعملی اصول اس عقیدہ سے وجود میں آتے تھے۔ جیسے نظریۂ ولایت فقیہ، ظالم احکام کے خلاف جہاد کا ضروری ہونا، استعمار وصہیونزم کے خلاف جنگ کا لازمی ہونا، حج کے موقع پر برائت از مشرکین کے مراسم کا لزوم اور دسیوں دوسرے مقولے اسی طرز فکر سے پیدا ہوتے تھے۔

اس نظریہ کی وجہ سے امام خمینیؒ دینی مرجعیت کو سیاسی امور کے احساس کا ذمہ دار سمجھتے تھے اور ان کی طرف سے سیاست اور اجتماعی ذمہ داریوں سے کنارہ گیری کو قبول نہیں کرتے تھے یہی وہ اہم مسئلہ تھا جو امام خمینیؒ کے نظریے کو دوسروں پر فوقیت دیتا تھا۔

یہ چیز کہ دین سیاست سے الگ ہے اور علمائے اسلام سیاسی اور اجتماعی امور میں مداخلت نہ کریں استعمارگروں نے شائع اور عام کی ہے۔ ایسی باتیں بے دین کرتے ہیں۔ کیا پیغمبر اکرمؐ کے زمانہ میں سیاست دین سے الگ تھی؟ کیا اس دور میں کچھ لوگ عالم تھے اور کچھ سیاستمدار اور حکمراں؟ ان باتوں کو استعماریوں اور ان کے سیاسی ایجنٹوں نے پیش کیا ہے۔ تاکہ دین کو دنیاوی امور میں تصرف اور اسلامی سماج کو منظّم کرنے سے روک سکیں۔ اور ساتھ ہی علمائے اسلام کو عوام اور آزادی واستقلال کے لئے جہاد سے دور رکھیں اسی صورت میں وہ عوام پر مسلط ہوکر ہماری ثروتوں کو غارت کرسکتے ہیں۔

امام خمینیؒ قدس سرہ کی تاکیدات موجب بنیں کہ حوزہ کی نئی نسل اس تعلق کو سمجھ کر سیاسی ذمہ داریاں نبھانے کے عہد کو مرجعیت کی تشخیص میں دخیل بنائے۔ اور اجتماع میں مراجع کی موجودگی کو اس کے بارے میں قضاوت کے اصلی معیارات میں سے قرار دے۔

ج: مرجعیت اور رہبری

دینی حکومت کے پائدار ہوجانے کے بعد مرجعیت ورہبری کا تعلق ایک قابل غور سوال بن گیا ہے۔ اس سے پہلے مختلف مراجع کا وجود اس قدر مسئلہ انگیز نہیں تھا۔ لوگ اپنے دینی احکام میں جو شخص اعلم واصلح ہوتا تھا اسے دینی مرجعیت کے لئے منتخب کرلیتے تھے۔ مقلّدین ایک دوسرے سے غافل رہ کر زندگی بسر کرتے تھے اور اپنے مراجع کے احکام کے مطابق اپنی انفرادی زندگی گذار دیتے تھے۔ فروغ دین کے سمجھنے میں اختلاف کو ایک معمولی اور طبیعی چیز سمجھتے تھے اور ہر طرح کے تنازعہ اور

کشمکش سے دور رہ کر اپنی اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے تھے۔

دینی حکومت کے وجود میں آجانے سے مذہبی سماج کو ایک نئے مسئلہ کے روبرو کیا۔ پہلا سوال یہ پیدا ہوا کہ رہبر ومرجع کے فتوے کو کس طرح ہمنوا بنایا جائے ۔دسیوں اجتماعی مسائل رہبر کے فتوے کے مطابق حل ہوگئے اور کئی موارد میں بعض فتوؤں کے ساتھ ناسازگار بھی تھے جس کے نتیجے میں اسلامی سماج میں شکر رنجی اور چھوٹے موٹے تنازعات نے جنم لیا۔

ولایت فقیہ کی تھیوری پر مبنی امام خمینی قدس سرہ کا نظریہ اس طرح کے اختلافات کو کم سے کم کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اجتماعی زندگی کا رہبر کے فتوے کے مطابق ہونا مراجع کی حرمت کی پاسداری اور زندگی کے مختلف مراحل میں فتوے کی آزادی کے ساتھ دینی معاشرے کے مسیر کی تعیین کرکے اس کی ہر مشکل کو دور کرسکتا ہے ۔ اس نظریے کے مطابق اجتماعی زندگی کا محور ومدار رہبر کے فتوے کو ہونا چاہئے۔

بصورت دیگر اجتماعی نظام نظریاتی اور دینی اختلال سے دو چار ہوجائے گا۔ اس لئے کہ متعدد مراجع اور فتوؤں میں گوناگوں اختلافات کی وجہ سے اجتماعی نظام خراب ہوجائے گا۔ ہر شخص سچ یا جھوٹ پر مبنی دعویٰ کرسکتا ہے کہ چونکہ فلاں مرجع کی تقلید کرتا ہے لہٰذا فلاں حکم کو نہیں مانتا یا اس پر عمل کرنے کے سلسلہ میں ملتزم نہیں۔ اس قسم کے اجتماعی اختلافات آخر کار اسلامی نظام اور حکومت ولایت فقیہ کی تضعیف کا باعث بنیں گے۔ لہٰذا ان مشکلات سے بچنے اور اسلامی نظام کی بنیاد مضبوط کرنے کا واحد راستہ مرجعیت ورہبری کا ایک ہونا ہے۔

د: مرجعیت اور رقوم شرعی

اسلامی نظام اور فقیہ کی ولایت مطلقہ کی حاکمیت کے استقرار کے بعد حوزۂ علمیہ کے مجامع علمی میں فقہائے والا مقام کے درمیان جس بحث نے جنم لیا وہ رقوم شرعی وصول کرکے اسلامی معاشرے میں ان کے مصارف کا مسئلہ تھا۔

شرعی رقوم در اصل اسلامی حکومت کا وہی مالی سرمایہ ہے جس کو بیت المال سے تعبیر کیا جاتا ہے انفال، صدقات، خمس وزکات، کفارات ، نذرات اور تبرعات وانفاقات اس میں شامل ہیں لیکن اس دور میں زیادہ تر خمس وزکات اور موقوفات کو ہی رقوم شرعی کہا جاتا ہے۔

موقوفات کے لئے اکثر وبیشتر متولی ہوتے ہیں اور ان کے مصارف کو بھی وقف نامہ میں بیان کردیا جاتا ہے۔ زکات مومنین کے ہاتھوں معین مقامات پر خرچ ہوتی ہے اور خمس کو بھی مومنین اپنے اموال سے الگ کرتے ہیں اور شریعت کی طرف سے معینہ موارد میں خرچ کرنے کے لئے مراجع یا ان کے وکیلوں کے حوالے کردیتے ہیں۔

خمس اسلامی نظام کا بجٹ ہے جس کو حاکم اور امام مسلمین کے اختیار میں ہونا چاہئے۔ زمانۂ غیبت سے پہلے شیعہ حضرات اس بجٹ کو امام معصوم اور ان کے نائبوں کے حوالے کرتے تھے۔ غیبت کے زمانۂ میں فقہاء کے نظریات میں اختلاف ہوگیا اور اس کو وصول کرنے کے جواز کے بارے میں شیعہ علماء کی طرف سے مختلف نظریے پیش کئے گئے۔

لیکن ولایت فقیہ کے ثبوت اور حکومت اسلامی کی تشکیل کے ضروری ہونے پر موجود دلائل کی روشنی میں وجوہ شرعیہ خاص کر خمس اسلامی نظام کا بجٹ ہے اور غیبت کے دور میں میں اس کو حاکم اور ولی امر مسلمین کے اختیار میں ہونا چاہئے اور اس کی وصولی اور اس کے مصرف میں تصرف کو اس کی رائے سے وابستہ ہونا چاہئے۔ اور امت اسلامی کی ذمہ داری ہے کہ اپنی شرعی رقوم کو ''ولی امر'' کی تحویل میں دیں۔ چنانچہ ولی امر کی اجازت کے بغیر بذات خود اس میں تصرف کرکے اسے خرچ نہیں کرسکتے۔

حوالے:

☆ ماخوذ از کتاب ''مرجعیت فقہا وعلماء کی نظر میں، ص۱۵ تا ۳۳، ناشر تبلیغات اسلامی حوزۂ علمیہ قم۔
۱۔صحفیۂ نور جلد/۲۱ ص ۴۷
۲۔مستمسک العروۃ الوثقیٰ ج/۱ ص ۴۰ تحریر الوسیلہ ج/۱ ص ۷
۳۔صحیفہ نور ج/۲۱ ص۹۸
۴۔صحیفۂ نور ج/۲۱ ص۹۸
۵۔صحیفۂ نور ج/۲۱ ص۴۶
۶۔وسائل الشیعہ ج/۱۸ ''ابواب صفات قاضیٰ'' باب/۱۰ حدیث/۲
۷۔وسائل الشیعہ ج/۱۸ ابواب قاضیٰ'' باب/۱۰ حدیث/۲

۸۔صحیفہ نور ج/۲۱ ص۹۸
۹۔صحیفہ نور ج/۲۱ ص۹۸
۱۰۔صحیفہ نور ج/۲۱ ص۴۶
۱۱۔صحیفہ نور ج/۲۱ ص۶۱
۱۲۔صحیفہ نور ج/۲۱ ص۹۸
۱۳۔صحیفہ نور ج/۱۹ ص۱۸۱

☆